سالانہ قیمت ۳/۸ (تین روپیہ آٹھ آنہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹



نور افشان

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم۔اے ایڈیٹر
رینو منزل وارث روڈ) لاہور
پادری غلام مسیح صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر
پادری ڈبلیو۔جے کلارک صاحب
ایم۔اے (ایمپرس روڈ۔لاہور) مینجر

جملہ خط وکتابت وترسیل زر
بنام مینجر صاحب ہونا چاہیے
اور مضامین واشتہارات
وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹر
ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ⁂

حقیقی نور وہ تھا جو دُنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۰ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۳ نومبر ۱۹۲۲ء | نمبر ۴۴

اَلغزل فی الصنائع الملمعة
(صنعت تلمیع یا ذو اللسانین)

ازرشح قلم مولوی حشمت اللہ حشمت منشی فاضل تلمیذ جناب
افسر الشعرا مولینا نصیر بٹالوی

در وصل تو مے زنند احباب	اِفتح یا مُفتح الابواب
چہ شود گر بر تو رہ یابند	لَم یَقفوا ناظرین خلف الباب
تا کے از حضرت تو صبر و شکیب	طالَ تَطوافہم وراءِ حجاب
در پس پردہ تابکے حسرت	اَرِہم نظرۃً بلا جلباب
از تو شان جز تو مدعائے نیست	مالدیہم سوے لقاک ثواب
خود حساب وکتابِ خود کردہ	اِلہم قسطہم بغیرِ حساب
وَجنوا قبلَ موتہم ثمرات	وَسقوا قبلَ نقلہم اِشراب
سَکروا فی ہواک ثم صحوا	مالہم فی سواہواک مُثاب
از سیہا گذشتہ اند و حجب	خرقوا الحجب اَمر تقوا الاسباب
کردہ با نفس وباہوا غزوات	ھزموا الجند قاتلوا الاحزاب
حشمتا گر ز خود بپرہیزی	اِنَّ للمتقین حسن مآب

موگا کنونشن
(از واعظ)

یہ بھی کلیسیا کی زندگی کے نشان ہیں کہ جا بجا کنونشنیں ہوتی ہیں۔ ہمارے اِردگرد بھی کئی ایک کنونشنیں ہونے لگ گئی ہیں۔ یہ سیالکوٹ کنونشن کی بچیاں ہیں۔ خدا عمر دراز کرے۔ برخوردار ہوں۔ ولایت میں ایک ہی کیزک کنونشن ہے جہاں کا پھل ہمارے سامنے تاجپور کے راجہ سری شام سنگھ بالقابہ ایک دیندار فقیر طبع مسیحی ہیں۔ خدا ہماری کنونشنوں کو بھی پھلدار کرے۔ بشرطیکہ میرے باپ کے گھر کو بیوپار کا گھر نہ بنایا جاوے۔

موگا کنونشن کا آغاز ۲۹ ستمبر کو ہوا اور اختتام پہلی اکتوبر رات کے ۱۲ بجے پر ہوا۔ یہ تمام وقت نہایت مبارک تھا۔ مضمون تھا۔ میں آیا ہوں تاکہ وہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔ بولنے والوں نے حق گویائی خوب ادا کیا۔ اکثر موقعہ پر روح کی حرکت بھی محسوس ہوئی۔ چنانچہ دو مناد میرے پاس آئے کہ سائیں سچا سنگھ (مسیحی فقیر) کے وعظ نے ہم پر اس قدر تاثیر کی ہے کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مشن کی ملازمت میں ہم انجیل کی خدمت نہیں کرتے۔ صرف محکمہ مشن کی نوکری ہے۔ یہ خیال زندگی کا نشان تھا۔

ان درسوں میں اگر کوئی اعتراض کی بات تھی تو صرف یہ کہ جماعت کا خیال

نہیں کیا گیا۔ جماعت تھی بالکل دیہاتی مسیحیوں کی۔ جو لکچر سُننے کے عادی نہیں۔ بہت طول طویل وعظ ہوتے رہے۔ سامعین اُکتا جاتے تھے۔ تھک جاتے تھے۔ رات کے وقت تو آدھے سے زیادہ سو جاتے تھے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ واعظین اسی بات میں اپنی خوبی سمجھتے تھے کہ جس قدر طویل ہو سکے کرو۔ یہ بھی کیا یاد کرینگے۔

انتظام بہت اچھا تھا۔ سچ ہے اچھوں کے انتظام اچھے ہوتے ہیں۔ مرحوم پادری طالب الدین کے صاحبزادے پادری نذیر طالب کنونشن کی روح رواں تھے۔ یہی کرتا دھرتا تھے۔ یہی چیرمین تھے۔ کنونشن کو بھی چلاتے تھے کوئی انگریز مشنری اُن کے کام میں دخیل نہ تھا۔ بہت خوش اسلوبی سے انتظام ہوا۔ رہایش کا انتظام۔ کھانے پینے کا بندوبست۔ سب کچھ درست تھا ٹھیک تھا۔ کسی قسم کی کوئی شکایت نہ تھی۔ کھانا اچھا اور ایسا سستا کہ دو آنہ میں دیہاتی زمیندار کا خوب پیٹ بھر جاتا۔ اور میرے جیسا تو ایک ہی آنہ میں سیر ہوتا تھا۔ پادری لبھول صاحب نے بھی تعریف کی اور کہا کہ سیالکوٹ کی نسبت اچھا اور سستا کھانا ہے۔ یہ سچ ہے کہ روٹی کی پوری قیمت نہیں لی جاتی اُس کا گھاٹا چندے سے پورا کیا جاتا تھا۔ امرتسر گرو کے باغ کا لنگر شبانہ روز جاری ہے۔ اور وہاں کال ہو سکال ہو سوا مہینہ ہر شخص کو روٹی مفت ملتی ہے۔ وہ سب کچھ خیرات سے چلتا ہے مسیحی اس قدر بھی خیرات نہیں دے سکتے کہ دو تین دن کنونشن کے زائرین کو کھانا کھلا سکیں اگر یہ کنونشن دیسی طریق پر ہوں تو یہ مشکل نہیں مگر ہیں مغربی طریق پر۔ جہاں بیٹے سے بھی کھانے کا دام لیا جاتا ہے۔

ذکر ہے کہ ایک جوان بیٹا ماں باپ کے ملنے کے واسطے گھر آیا۔ ۲-۳ دن رہا۔ جب جانے لگا تو ماں نے بل کھانے کا سامنے رکھ دیا۔ اُس میں دو انڈے ایسے درج تھے جو جوان نے نہیں کھائے تھے۔ سو اُس نے عرض کیا کہ یہ انڈے میں نے نہیں کھائے۔ ماں نے جواب دیا کہ تم نے نہ کھائے تو تمہارا قصور ہے۔ تمہارے واسطے بنائے گئے تھے۔ یہ ہے مغربی تہذیب۔ مشرقی تہذیب یہ ہے کہ ایسی باتوں کا ذکر بھی شرم کی بات ہے۔

یکم اکتوبر بروز اتوار تیسرے پہر بڑی شان کا کام ہوا۔ تمام کنونشن کے چیدہ زایرا اور جوان لڑکے ۱ بجے کا بجے لیکر (پروسیشن کے طور پر) نگر کیرتن کی خاطر موگا بستی کو روانہ ہوئے۔ دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک پارٹی تو موگا منڈی میں چلی گئی۔ دوسری موگا بستی کو۔ گیت بھجن زبور گاتے بجاتے ایک شاندار پروسیشن کے ساتھ خداوند یسوع مسیح کی جے کے نعرے مارتے ہوئے اور جگہ جگہ منادی کرتے ہوئے خداوند یسوع کے نام گواہی دے کر شام کو واپس اپنے مقام پر آئے۔ کنونشن کا اول مدعا تو یہی پورا ہوا کہ خداوند کے نام پر گواہی دی گئی۔ یہ سیالکوٹ میں کبھی نہیں ہوا۔ اس پروسیشن میں کام کرنے والے مشن کے بھاڑے کے ٹٹو ہی نہ تھے۔ بلکہ دوسرے احباب غیر تنخواہ دار بھی تھے۔ جیسے مسٹر ہوز ہیڈ رکپورتھلہ۔ یہ کنونشن میں بھی بولنے والے تھے۔ ہمارے مسیحی جوانوں کے واسطے مسٹر ہوز اچھا نمونہ ہیں۔

موگا میں دو جگہیں قابل دید ہیں۔ خاص موگا تو کچھ بھی نہیں۔ معمولی ایک گاؤں ہے۔ مگر منڈی کے ہونے سے ایک پختہ تیار موگا بن گیا۔ یہاں ڈاکٹر متھرا داس کا ہسپتال ہے۔ جہاں آنکھوں کا علاج ہوتا ہے۔ ہسپتال کے سینکڑوں مکان ارد گرد کے منڈی کے مکان تمام مریضوں سے بھرے پڑے ہیں۔ آپ اس سے آنکھ کے مریضوں کی کثرت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہاں ایک درزی مشین لئے بیٹھا ہے جو آنکھوں کے واسطے سبز کپڑے کے پردے سیتا رہتا ہے۔

دوسری جگہ ہے کرسچن بورڈنگ سکول جہاں مڈل سکول اور نارمل سکول کی تعلیم دیجاتی ہے۔ بڑی شاندار عمارتیں ہیں۔ سکول کی عمارت نئی بن رہی ہے۔ اُسے دیکھ کر امریکن مشنریوں کی دریا دلی پر واہ واہ بے اختیار زبان سے نکلتی ہے۔ اِدھر ہمارا بیچ ہے جس پر بے ساختہ آہ نکلتی ہے۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

اس سکول کے ساتھ ۲۰۵ ایکڑ زمین ہے جس میں زمینداری کا کام یعنے اگریکلچر سکھایا جاتا ہے کئی ایک کنوئیں ہیں۔ سب کام لڑکے اور اُستاد اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ بفضل خدا فصل بہت عمدہ حالت میں ہے۔ یہ ایک ایسا فیض عام کام جاری کر رکھا ہے۔ کہ اگر مسیحی اس سے فائدہ اُٹھائیں تو اعلےٰ درجہ کے زمیندار ہو جائینگے۔ غرض کہ جو کچھ میں نے یہاں دیکھا خوب دیکھا۔ میں نے مختصر ذرا سا لکھ دیا ہے۔ ورنہ سب کچھ کی بابت لکھنے کو تو ایک دفتر چاہیئے۔

کنونشن ایک نیم کے درختوں کے سایہ میں ہوا کی۔ بہت اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مشرقی کنونشن ہے۔

تخلیہ تھریس۔ حسب تجویز تھریس خالی ہو رہا ہے۔ خفیف قسم کے حادثوں کے سوائے اور کسی قسم کا حادثہ نہیں ہوا۔



نورافشان

مطبوعہ۔۳۔نومبر ۱۹۲۲ء

یسوع مسیح اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا

اُس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے۔اب صلیب پر سے اُتر آئے تو ہم اُس پر ایمان لائیں۔متی ۲۷ : ۴۲۔

یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا۔اُسے لوہے کی کیلوں سے کاٹھ پر جڑ دیا۔اُس کے دہنے بائیں ہاتھوں میں اور دونوں پاؤں میں میخوں کو ٹھوک کر اُسے لکڑی کے رگ وریشہ سے ملا دیا اس کے دشمنوں کی بیسویں صدی۔کے جنگ یورپ کی فتح سے بڑھ چڑھ کر فتح تھی اور یسوع مسیح کی ایسی شکست تھی جو قیصر جرمنی کو بھی نصیب نہ ہوئی تھی:

دنیا میں صرف فتح اور شکست اور کھونے اور پانے کے ہی دو اصول کام کرتے نظر آتے ہیں۔اُن کا واسطہ ہر ایک زندگی سے پڑتا ہے۔یا ہر ایک زندگی کو ان سے واسطہ پڑتا ہے۔زندگی زندگی پر حملہ کرتی ہے۔زندگی کی زندگی سے جنگ ہوتی ہے۔زندگی زندگی پر فتح پاتی ہے زندگی زندگی سے شکست کی جاتی ہے۔توڑی جاتی ہے بچھاڑی جاتی ہے۔ماری جاتی ہے۔کھائی جاتی ہے۔ یہ حقیقت بالکل برہنہ ہے۔یسوع مسیح بھی دنیا میں آیا اسے دنیا کے ان دونوں اصولوں سے واسطہ پڑا اسے اس کے دشمنوں کے مقابل شکست ملی۔اُنہوں نے اسے صلیب پر لٹکا دیا۔اُس کا صلیب پر چڑھایا جانا تمام دنیا کے دیکھنے والوں کے لئے نہ صرف شکست تھی۔بلکہ بے مثال شکست تھی۔

تم اُس کی صلیب کے پاس کھڑے ہو کر اُس کی ساڑھے تین سالہ زندگی کی محنتوں اور مشقتوں کے پہلوؤں پر نظر ڈالو۔تم اُس کے اُن جان نثار شاگردوں کی تلاش کرو جو اس کے جیتے جی بڑھ بڑھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔اپنی وفاداری اور جان نثاری کی ڈگیں مارا کرتے تھے۔وہاں پر اُن میں سے کسی کی صورت نظر نہ آئیگی۔اُن میں یہوداہ اسکریوطی یسوع مسیح کے مصلوب ہونے سے پیشتر ہی خودکشی سے اپنا کام تمام کر چکا ہے۔پطرس مرغ کی بانگ سے پہلے اس کا تین دفعہ انکار کر کے کہیں جا چھپا باقی شاگردوں کے گو انکار کرنے کا ذکر نہیں۔پر وہ بھی اپنی جان بچانے کے لئے اُسے چھوڑ کر فرار ہو چکے ہیں اس وقت ان وفاداروں کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون سی غاریں جا چھپے ہیں۔صلیب کے قریب اُس کے دوستوں میں سے چند عورتوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔اس کا ساڑھے تین سالہ کام بگڑ چکا۔اُس کی محنتوں کے تمام پھل دنیا کی نگاہ میں اور اُس کے دشمنوں کی نظروں میں غائب ہو چکے۔اُن کا کسی کو کچھ پتہ نہیں ہے۔یہ یسوع مسیح کے دشمن اس پر فتح پا چکے وہ اس کی تمام قوت کا خاتمہ کر چکے۔یسوع مسیح ہرگز آپ کو دشمنوں کے حملہ سے نہیں بچا سکا۔جو صلیب پر یسوع مسیح کی موت و شکست کا منکر ہے۔وہ ضرور کذاب ہے۔حق کا منکر ہے۔اس بات کو دنیا دیکھ سکتی ہے کہ یسوع مسیح پر قیصر روم کی فتح کا علم لہرا رہا ہے اور یسوع مسیح کی محنتوں کے پھل رومی حکومت کی لوٹ ہو گئے ہیں۔لوگ جو یسوع مسیح پر آوازے کس رہے ہیں۔وہ بے معنے نہیں کہتے ہیں۔وہ تاریخ انسانی کی عظیم الشان صداقت کا اظہار کر رہے ہیں۔وہ کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کہ اُس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ ان الفاظ میں ایسی صداقت بیان ہوئی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔کیونکہ اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔یسوع مسیح کیلوں سے صلیب کی لکڑی پر جڑا ہوا ہے۔اُسے ایک عالم دیکھ رہا ہے۔تمام ناظرین کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ یسوع مسیح اپنے آپ کو بچا نہیں سکا۔متذکرہ آیت کا ایک ایک لفظ اپنے زمانہ کی اعلیٰ صداقت ہے۔یہ اسرائیل کے بادشاہ کا امتحان ہے۔مخالف بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ اب اگر وہ صلیب پر سے اُترے تو اسرائیل اُس پر ایمان لا سکتا ہے۔ورنہ اسرائیل اُس پر ایمان لا کر اُسے بادشاہ ماننے کو تیار نہیں۔لوگ صلیب پر اُترنے کی انتظاری کرتے کرتے تھک جاتے ہیں۔پر وہ اپنے آپکو نہیں بچاتا۔تا آخر کار یسوع مسیح کا مُرغ رُوح صلیب پر سے آشیانہ جسم کو چھوڑ کر پرواز کر جاتا ہے۔اُس کی یہ حالت دیکھ کر اُس کے دشمن پکار دیتے ہیں کہ اُس نے **اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔**

یہاں پر وہ دوست بھول نہیں سکتے جو وفات مسیح کی چھٹی صدی کے ایک بزرگ کے اقوال کی بنا پر یسوع مسیح کی بابت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب دیا ہی نہیں گیا۔بلکہ اُن کی صورت کا دوسرا آدمی صلیب دیکر مار گیا اور یسوع مسیح بغیر موت کا مزا چکھنے کے آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔یہ اعتقاد جس قدر دقیمت کا ہے خود بخود ظاہر ہے۔اس دروغ مصلحت آمیز کے قبول کرنے کی نسبت یسوع مسیح کا انجیل بیان قبول کرنا ہر طرح سے واجب ہے۔

اس گروہ کے سوا انیسویں صدی میں ایک اور

گروہ پیدا ہوا جس نے گروہ اول کے اعتقاد کی صفائی سے تکذیب کر کے یسوع مسیح کو صلیب پر شابہ بالموتیٰ تسلیم کر لیا۔ انہوں نے انجیلی سند کو قبول کر کے یسوع مسیح کے دشمنوں کے ساتھ ملکر پکار دیا کہ وہ سچ مچ آپ کو نہیں بچا سکا۔ یہ لوگ احمدی مشہور ہیں۔

معزز ناظرین کبھی اسباب پر غور کیا کہ یسوع مسیح کیوں اپنے آپ کو نہیں بچا سکا۔ یہ ایک عجیب معاملہ ہے۔ کہ وہ اوروں کو بچا سکتا تھا پر اپنے آپ کو نہیں بچا سکا۔ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر یہ معاملہ تھا کہ اُس کی قوم کے لوگ چاہتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو صلیب پر سے اُتر کر بچائے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ اسرائیل کے بادشاہ ہونے کا صلیب پر سے بچکر امتحان پاس کرے تو وہ اُس پر ایمان لائیں۔ مگر یسوع مسیح نے اپنے دشمنوں کی کسی بات کو پورا نہ کیا۔ اُس نے صلیب پر مرکر اپنے دشمنوں کو مایوس کر دیا۔ اُن کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔

اپنے آپ کو بچانے کا مطالبہ یسوع مسیح کے دوستوں کا بھی تھا۔ اگر ہم کسی نگاہ سے اُن کے دلوں کے خیالات کو دیکھ سکیں تو ہمیں اُن کے دلوں میں سب سے اُبھرا ہوا خیال یہی ملتا ہے۔ کہ وہ بھی اسی امید میں تھے کہ یسوع مسیح اپنے آپ کو صلیب سے بچا دے بلکہ وہ یقین نہیں کرتے تھے کہ وہ صلیب پر مرے گا۔ پطرس نے کہا تھا کہ یہ تجھ پر ہرگز نہیں ہونے کا متی ۱۶: ۲۱-۲۲ وغیرہ۔ پس یہ ایک سخت افسوسناک امر ہے کہ یسوع مسیح نے صلیب سے نہ بچکر اپنے تمام دوستوں کو مایوس و نا امید کر دیا ہم درحقیقت ایسا دردانگیز واقع تاریخ میں نہیں پا سکتے۔

ان تمام حالات و اسباب کو دیکھ کر خواہ مخواہ دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یسوع مسیح نے کیوں اپنکو صلیب سے نہ بچایا!! اُس نے کیوں اپنے دوستوں اور دشمنوں کی آرزو کو پورا نہ کیا؟ وہ کیوں صلیبی دکھوں کی آگ میں یوں جلکر بجھ گیا جیسا کہ آگ میں سرکنڈا جلکر خاک ہو جایا کرتا ہے؟ **اُس نے اوروں کو بچایا پر وہ آپ کو کیوں بچا نہ سکا؟**

یہ وہ سوال ہیں جن کا آج کے دن دنیا جواب مانگتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کا کوئی مسیحی جواب لکھے کہ خداوند یسوع مسیح کیوں آپ کو نہیں بچا سکا؟

مسیحیت و اسلام کا رشتہ

مسیحیت و سچے اسلام میں حد فاصل

ہم نور افشاں مطبوعہ ۱۳ جولائی ۱۹۲۲ء میں کلیسیائی مسیحیت کی صحت پر تواتر کی دلیل کا ذکر کر چکے ہیں جس کے جواب میں پیغام صلح مطبوعہ ۱۶ اگست ۱۹۲۲ء بمضمون ذیل جواب لایا ہے۔ جسے ہم بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہمارے لائق ہمعصر کو تواتر کا مفہوم سمجھنے میں غالباً غلط فہمی ہوئی ہے۔ تواتر اسبات کا نام نہیں کہ ایک ہادی مذہب کی تعلیم کے خلاف تھوڑے عرصہ کے بعد ایک اور تعلیم ایجاد کر لی جائے اور نئی تعلیم پر ہی صدیوں کی صدیاں گذر جائیں تو تواتر کے نیچے آگئی اور وہ صحیح ہے اسلام کے وہ ارکان جو تواتر کی تعریف کے نیچے آتے ہیں وہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کی ایجاد نہیں بلکہ اُن کا سلسلہ تواتر و تعامل خود حضرت نبی کریم صلعم سے جا کر ملتا ہے۔ برخلاف اس کے ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ مسیح کی تعلیم کچھ اور ہے اور کلیسیا کی کچھ اور۔ کلیسیا کی تعلیم کا تواتر و تعامل جناب مسیح سے ثابت نہیں۔ پس اس کو تواتر میں داخل کرنا خلاف حقیقت بات ہے یا تو کلیسیا کی موجودہ تعلیم کفارہ اور الوہیت مسیح وغیرہ کو جناب مسیح سے ثابت کیا جائے اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ایسا نہیں کیا جا سکتا ورنہ تواتر کا دعویٰ غلط ہے۔ جناب مسیح کی تعلیم جیسا کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں وہی تھی جو اسلام کی ہے پس تخالف کا الزام ہم پر نہیں۔ کلیسیائے مسیحیت پر عائد ہوتا ہے جس نے مسیح کی تعلیم سے تخالف کیا حضرت نبی کریم صلعم یا قرآن کریم نے اسلام کو دین حنیف قرار دیا ہے۔ تو اس سے کوئی آبائی مذہب مراد نہیں جیسا کہ معاصر نور افشاں کا خیال ہے۔ حنیف کے معنے ہیں سیدھا بغیر اِدھر اُدھر جھکے ہوئے۔ حضرت ابراہیم بھی سیدھے سادے موحد تھے۔ اس لئے حنیف کہلائے۔ اسلام بھی ایسی ہی سیدھی توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے ملت حنیف اس کا نام ہوا۔ اس ملت حنیف سے جو نہ صرف حضرت ابراہیم بلکہ موسےٰ و عیسےٰ اور کل نبیوں کی تعلیم ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ فطرت انسانی کا اولین سبق ہے کلیسیائے مسیحیت نے تخالف کیا اور غیر فطری تعلیم دی ہے اس لئے تخالف کا الزام اس پر عائد ہوتا ہے"۔

مندرجہ بالا عبارت میں ہمارے ہمعصر نے حق سے متجاوز ہوکر ناحق میں پناہ لینی چاہی ہے۔ آپ کے اس بیان سے ہم یہ بات سمجھے ہیں کہ آپ کے ذہن میں نہ صرف مسیحیت ہی تخالف کی ملزم ملت ہے بلکہ آپ کے ذہن شریف میں مروجہ اسلام ہی حق ہے۔ گویا یسوع مسیح نے انجیل مقدس میں مروجہ اسلام کے ہی مطابق تعلیم دی تھی۔ گویا کلیسیا کا قصور یہ ہے کہ اُس نے مروجہ اسلام کے خلاف مسیحیت جاری کر کے تخالف کا الزام اپنے ذمہ لیا۔ گویا یسوع مسیح کے عین نشانہ کی تشخیص کے لئے مروجہ اسلام ہی معیار صداقت تھا +

اگرچہ ہم نے آپ کا اور احمدیت کے دعویٰ مذکور کا

مطلب درست سمجھا ہو تو جس مسیحیت کی حقانیت کا انکار بغیر کسی ثبوت کے شائع فرما چکے ہیں اُس کے حق ہونے کو تب تک ثابت کرنا ہمارا فرض نہیں۔ جب تک ہم مروجہ اسلام کا جو آپ کا مسلمہ و محققہ مذہب ہے فیصلہ نہ کر لیں۔ بلکہ آپ کے اور احمدیت و مرزائیت کے روبرو کلیسیائی مسیحیت کی حقانیت کے شور مچانے عبث خیال ہیں۔

مدیر پیغام صلح کو یاد رہے کہ ہمارے مسلمات میں سے ایک مسلمہ یہ ہے کہ کلیسیائی مسیحیت اور سچا اسلام واحد مذہب کے دو نام ہیں۔ سچے اسلام سے ہماری مُراد ہرگز مروجہ اسلام نہیں ہے۔ مروجہ اسلام درحقیقت کفر از اسلام کی کثیر صورتوں کا مجموعہ ہے۔ مروجہ اسلام سے انجیلی مسیحیت کو کسی طرح کا توافق نہیں ہے۔ چونکہ یہ صرف ہمارا دعوےٰ ہے۔ ہم اس دعوے کا ثبوت رکھتے ہیں ہم وہ ثبوت احمدیت و مرزائیت کو دینا چاہتے تھے۔ مگر احمدیت و مرزائیت کے تخالف و تکاذب نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم آپ کے دعوے کے اسلام کو کفر از اسلام ثابت کریں۔ لہذا ہم آنے والے تمام بیانات و شہادتیں مروجہ اسلام کے غیر اسلام ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اُس کے تواتر کی زنجیر کی تمام کڑیاں بھی گنا دیتے ہیں۔ کیونکہ جب تک ہم مروجہ اسلام کو کفر از اسلام نہ ثابت کریں۔ تب تک احمدیت و مرزائیت کی مسیحیت کے خلاف کفر گوئی بند نہ ہوگی۔ اور نہ آپ کو مسیحیت کی حقانیت معلوم ہو سکیگی۔

دفعہ ۱۔ مدعیان اسلام کی پشت

حاضرہ کا اسلام

تعدادی ترقی اور مردم شماری کے اعتبار سے مروجہ اسلام کے معتقدوں کا شمار ۲۳ کروڑ سے کم نہ ہوگا۔ یہ احمدیت و مرزائیت کے اسلام کے زیادہ سے زیادہ ماننے والے ہونگے۔ یہ تعداد اتنی بڑی ہے جو پیغمبر کی تمام پشتوں کی تعداد کو نیچا دکھا رہی ہے۔ لہذا مروجہ اسلام کے مسلم دنیا میں ہرگز کم تعداد کے نہیں جو دوسروں کے مقابل کمزور خیال کئے جائیں مُلکی طور سے مروجہ اسلام کے معتقد گھر در والے ہیں۔ زمین اور جائیداد والے ہیں۔ گاؤں اور قصبوں اور شہروں کے مالک ہیں۔ ریاستوں اور سلطنتوں کے وارث ہیں۔ مُلکوں کے مُلک اُن کی ملکیت ہیں وہ آزاد و خود مختار ہیں۔ دنیوی طور سے اُن کی حالت اچھی خاصی ہے مسیحی اقوام سے دوسرے درجہ کی ہے۔ خدا نے اُن کو ہر ایک نعمت دی ہے۔

دینی طور سے بھی اُن کا حال اچھا ہونا چاہیئے اُن کے بڑے بڑے دعوے تو لوگ سنتے ہیں۔ اُن کی ہوائی باتوں کا شور و غل سُنکر لوگ کبھی کبھی سوچنے لگتے ہیں کہ مروجہ اسلام ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اُس کے معتقدوں کی زبان سے سُنا جاتا ہے۔ مگر ہم احمدیت و مرزائیت کے روبرو کھُلے الفاظ سے کہتے ہیں کہ حقیقت یہ نہیں ہے جس کی آپ منادی اور اشاعت کر رہے ہیں۔

مروجہ اسلام کو موجودہ پشت میں دیکھو موجودہ پُشت کے مسلموں کی زبانی مروجہ اسلام کی حقیقت سنو۔ وہ اپنے دین و ایمان سے ویسے ہی ماہر ہیں جیسے پیغمبر کی پشتوں کے مسلم ماہر تھے۔ اُن میں اپنے دین کی ویسی ہی محبت ہے جیسے پیغمبر کی پشتوں کے مسلموں کو تھی بلکہ موجودہ پُشت میں مرزا غلام احمد صاحب جیسے بزرگ بھی ہو گذرے ہیں۔ جن کو اپنے اسلام و علم و لیاقت پر پہلوں کی نسبت کئی گنا زیادہ ناز تھا۔ اگر مرزا غلام احمد جیسے بزرگ اور غلام دستگیر مرحوم قصوری جیسے بزرگ اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ابوالوفا ثناء اللہ جیسے بزرگ حقیقت اسلام نہ بتلا سکیں تو اور کس سے امید کیجا سکتی ہے! ہم انہیں بزرگوں سے شروع کرتے ہیں۔ خصوصاً مرزا صاحب کی زبانی اسلام و مسلمان کے قصے سُناتے ہیں۔ ذیل کے بیان کو غور سے پڑھا جاوے۔

حضرت آدم کا عدن سے نکالا جانا

مورخہ ۲۵ اکتوبر لنڈن کی خبر ہے کہ پروفیسر اڈیورڈ چیرا پنسلوینیا یونیورسٹی نے ایک بابلی کتبہ حال ہی میں پڑھا ہے جو قبل از مسیح ۲۱۰۰ برس کا ہے۔ اس میں حضرت آدم کا عدن سے نکالا جانا مذکور ہے۔ پروفیسر صاحب کا خیال ہے کہ حضرت آدم کے عدن سے نکالے جانے کی جو حکایت بائبل میں آئی ہے وہ اسی بابلی آدم سے لی گئی ہے۔

کتبہ مذکور میں خدا کا وہ کلام آیا ہے جو حضرت آدم کو عدن سے باہر نکالتے وقت خدا نے اُس سے کیا تھا۔ جو حسب ذیل ہے:۔ "میرے حضور سے بیابان میں چلا جا۔ تو ایک ادنیٰ ہستی ہو کر اس نعمت کو ساتھ مت لے جا جو موت سے آزاد ہے۔ جبکہ تو خارج کیا گیا ہے تو میرے کھیت میں کام کرنے کے لئے مت لوٹنا۔ جاؤ! زمین پر کام کرو۔ اور انسانیت کے لئے خوراک مہیا کرو"!

پروفیسر صاحب کے خیال کے مواقف اصل حکایت میں حضرت آدم اس لئے عدن سے نکالا گیا کہ وہ اس خوراک کھانے سے باز رکھا جائے جو اسے خدا کی انتہ غیر فانی بنا دیتی تھی۔ کتبہ میں سانپ کا ذکر نہیں ہے۔

کرسمس نمبر کے لئے نہایت عمدہ مضامین تیار کیجئے۔

عیسائی مشنریوں کے لئے نیا تعلیمی مرکز

مرکز۔ بیرونجات سے جو مشنری شمالی ہندوستان کے سکولوں میں پڑھانے یا تبلیغ کا کام کرنے کے لئے آئیں وہ اپنے پہلے دو سال بنارس میں صرف کریں جہاں انہیں ایک قابل شخص کے زیر سیادت اکٹھے رہکر اُردو اور ہندی کو سیکھنا اور ہندوستانی کا نظر عمیق مطالعہ کرنا ہوگا۔ وہاں وہ زیادہ عمدگی کے ساتھ زبان کو مطالعہ کر سکینگے اور تبلیغ کے کام میں انہیں خوب مہارت ہوگی۔ اور ساتھ ہی مذاہب مشرقیہ کو زیادہ غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کر سکینگے۔

ان لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وہاں ایک تبلیغ کا کام سکھانے والا اور ایک تعلیمی مشنری رکھا جائیگا تاکہ وہ ان دونوں شعبوں میں کام کرنے کے لئے تیار ہو سکیں۔ ورنہ آجتک یہ نقص تھا کہ بیرونجات سے جو لوگ تبلیغ یا تعلیم کے لئے آتے ہیں وہ زبان کی ناواقفیت اور طریق زندگی اور خیالات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے علی طور پر تعلیم و تربیت یا وعظ و نصیحت میں بہت کم حصہ لے سکتے ہیں اور صرف مدارس اور مشنوں کے انتظامات پر ہی اُن کی نظر رہتی ہے اور عملی کام دوسروں کے ہاتھ رہتا ہے۔ جن کو خاص طور پر ان کاموں میں مہارت حاصل نہیں۔

(پیغام صلح)

ڈیڑھ سو سال کے بعد ڈوبے ہوئے جہاز کا خزانہ نکالنے کی کوشش

جنوبی افریقہ کے چند آدمیوں کی ایک مجلس ایک جہاز سے جو ہندوستان سے آتے ہوئے ڈوب گیا تھا۔ اور جس پر بے شمار خزانہ تھا خزانہ نکالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جائے وقوع ایک چھوٹی سی خلیج ہے جو ساحل پونڈولینڈ کی بندرگاہ گروس وینر سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور جہاں سے شروع میں لوگ بغیر محصول دیئے مال لے جاتے تھے۔ اب کوشش اس بات کی کی جا رہی ہے کہ جہاز سے جو ۴ اگست ۱۷۸۲ء کو ڈوبا تھا۔ مال حاصل کیا جائے۔ جہاز خزانے سے پُر تھا۔ ڈوبے ہوئے جہاز تک پہنچنے کے لئے ساحل سے ایک سُرنگ نکالی جا رہی ہے۔ جو کہ اب تک تین سو فٹ لمبی نکالی جا چکی ہے۔ اور صرف ایک سو فٹ باقی رہ گئی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ سُرنگ اکتوبر کے آخر تک ڈوبے ہوئے جہاز تک پہنچ جائیگی۔

اس بات کا اندازہ کہ جہاز پر بے شمار خزانہ تھا اس رجسٹر سے ہو سکتا ہے جو کہ مدراس سے بھیجا گیا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۵ مارچ ۱۷۸۲ء کو جواہرات انگلستان اسی جہاز پر بھیجے جا رہے تھے۔ اور اُن کی مالیت کوئی دس ہزار چار سو پونڈ کی ہے۔ یہ ایک دوسری بات ہے کہ آج کے دن موتیوں کی قیمت کیا ہوگی لیکن حقیقتاً وہ دس ہزار چار سو پونڈ سے زیادہ قیمت کے ہونگے۔

جہاز کا پتہ مل چکا ہے وہ سمندر کے نیچے ریت میں گڑا ہوا ہے اور یہ ممکن ہے کہ ریت میں اور بھی جواہرات مل سکیں۔

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ لکڑی کے تختے جو ریت میں اس طرح گڑ جاتے ہیں وہ نہایت مضبوط ہو جاتے ہیں اور یہ جہاز جو کہ انگلستان کی مضبوط بلوط کی لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ وہ ڈیڑھ سو سال سے ریت میں رہنے کی وجہ سے اور بھی مضبوط ہو گیا ہے (در)

جرمن پبلک کے لئے وائرلیس ٹیلیفون

ٹیلیفون۔ ستمبر سے جرمنی میں اس امر کا انتظام کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے گھر میں ایک وائرلیس ٹیلیفون لگوا سکتا ہے۔ ہر روز ایک مرکزی دفتر سے تجارتی اور دیگر معلومات ایک طاقتور لہر کے ذریعہ سے تمام ملک میں پھیلا دی جائینگی۔ اور ہر شخص گھر بیٹھے ان سے مستفید ہو سکیگا۔

تمام آلات پوسٹ اوفس کی طرف سے مہیا کئے جائینگے۔ اور سالانہ صرف گیارہ روپے کے قریب کرایہ لیا جائے گا۔

یہ انتظام بھی کیا گیا ہے کہ ہر شام دلچسپ لکچر اور نغمے وغیرہ وائرلیس کے ذریعہ سے چھوٹے چھوٹے گاؤں میں پہنچا دیئے جائینگے۔ تاکہ لوگ فائدہ کے ساتھ لطف بھی حاصل کر سکیں۔ (در)

نور افشاں کا کرسمس اور نوروز نمبر

شکر کا مقام ہے کہ زندوں کے لئے ۱۹۲۲ء بھی گذر گیا۔ تمام دوستوں اور نور افشاں کے ہمدردوں کی خدمت اور وفادارانہ مشفقت کے ساتھ گذر گیا۔ صرف دو ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ وہ گئے سمجھو۔ اس لئے ہم نہایت ادب سے مسیحی شعرا اور نور افشاں کے نامہ نگاروں اور دیگر انشاپردازوں کو یاد دلاتے ہیں کہ نور افشاں کا کرسمس اور نوروز نمبر آیا۔ اس کے اوراق آپ کے کلام و پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے ابھی سے آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ بھی ابن اللہ کی آمد کی خوشی میں رویتوں کو قلمبند کرنا ابھی سے شروع کریں۔ ابھی سے کھلے آسمان کے نظارے دیکھیں۔ ابھی سے آسمانی پیغامات سُنیں

نور افشاں آپ کا خادم ہے۔ آپ اس نمبر کو نور علیٰ نور بنانے کی کوشش فرمائیں خدا کرے کہ آپ کو اس کے پیغامات کثرت سے ملیں۔ آمین۔



زبان سے ترک موالات

ہمارے بعض معاصرین نے غالباً یہ تہیہ کیا ہے کہ اُردو میں کوئی انگریزی لفظ استعمال نہ کیا جائے یہ عزم بظاہر انگریزوں سے نفرت کا نتیجہ ہے لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر ہم اِس طرح انگریزی زبان سے بھی ترک موالات کرینگے۔ تو پھر ہماری قومی زبان اُردو کی توسیع کو فائدہ ہوگا یا نقصان؟ بعض انگریزی الفاظ اتنے عام اور مروج ہو گئے ہیں کہ اُن کی جگہ دوسرے الفاظ کا استعمال تکلف اور تکلیف کا موجب ہوگا۔ مثلاً "ایڈیٹر" کا لفظ اگرچہ انگریزی ہے لیکن اس قدر عام ہے کہ ہر ایک پڑھا لکھا انسان خواہ انگریزی کا ایک لفظ بھی نہ جانتا ہو اس کو سمجھتا ہے اس کے لئے تکلف سے "مدیر" کا استعمال باعث تکلیف ہے۔ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا بدل آجتک کوئی نہیں ملا۔ مثلاً سیل۔ ٹیلیفون۔ پلیٹ فارم۔ ٹکٹ سٹیشن بعض الفاظ ایسے بھی ہیں کہ اُردو نے ان کو ادنے تصرف سے بالکل اپنا ہی کر لیا ہو مثلاً لالٹین کہ اصل میں لینٹرن ہو۔ ہر ایک زبان میں اس طرح سے دوسری زبانوں کے الفاظ آجاتے ہیں اور وہ زبان کی وسعت کا موجب ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم تنگ ظرفی سے کام لیں اور کسی قوم سے نفرت کے باعث اس کی زبان سے ہی نفرت کرنے لگیں تو پھر اس میں ہمارا ہی نقصان ہے کہ ہماری زبان میں الفاظ کا سرمایہ کم ہوگا۔ آج ہم کو انگریزی کے الفاظ جو کثرت استعمال سے تمام ختم ہو چکے ہیں متروک کرینگے اور اس لئے متروک کرینگے کہ وہ اصل میں انگریزی ہیں تو ممکن ہے کل کو ہمارے برادران وطن عربی اور فارسی کے الفاظ سے یہی سلوک کریں۔ پھر اُردو بیچاری کا جو حشر ہوگا وہ وہی لوگ جانتے ہیں جن کو علم السنہ سے کچھ ذوق ہو (پیغام صلح)

سرطان کا حملہ تہذیب جدید پر۔

یورپ اور دیگر مغربی ممالک میں سرطان کا مرض کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس کے اسباب کی تفتیش میں بہت سے ڈاکٹر مدت سے لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کی رائیں پڑھنے کے قابل ہیں۔

سر ولیم ایچ ڈینیو لکھتے ہیں کہ سرطان کا مرض مہذب سوسائٹی کا ایک کھلا اور خطرناک دشمن ہے۔ اعداد و شمار سے یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ اس مرض کا آغاز مہذب طریق زندگی مثلاً غذا اور عادات و اطوار سے ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی طرف فوری توجہ مبذول ہونی چاہئے۔.......

سرطان کے اعداد و شمار بہت زیادہ ہیں۔ برطانیہ عظمے میں چالیس ہزار سے زیادہ نفوس ہر سال اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ (امریکہ) میں یہ تعداد اسی ہزار سالانہ سے زیادہ ہے۔ بہت سے دیگر ممالک کے اعداد و شمار نقل کرنے کے بعد سر ڈبلیو ڈینیو لکھتے ہیں کہ ان اعداد و شمار سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ سفید اور مہذب لوگ نیم تہذیب یافتہ اور وحشی انسانوں سے زیادہ اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی حبشی آبادی زیادہ ہو وہیں سرطان سے شرح اموات بہت کم ہے انسانی فہم و تدبیر کا اس مسئلہ کی گتھی کو سلجھانے میں اپنی پوری حد تک کام کرنا چاہئے۔ سرطان بظاہر غصہ و انتقام کا دیوتا ہے جو سادہ طریق زندگی کو چھوڑنے پر ہمارا تعاقب کر رہا ہے ضروری ہے کہ تہذیب اس کو شکست فاش دے۔ (ر)

تمباکو اور چائے نوشی کا اثر

پروفیسر ج۔ جالی کی رائے ہے کہ چائے اور قہوہ میں ٹینین بہت کثرت سے ہوتی ہے جو ایک قسم کی محرک شے ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انگلستان میں آجکل چائے نوشی کی کثرت کے ساتھ ساتھ سرطان کی اموات میں ترقی ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اطبا کو اس بات کا اعتراف ہوگا کہ بعض حالات میں کثرت چائے نوشی اور سرطان کے باہمی تعلق کی شہادت پائی جاتی ہے۔ مجھے اس شہر کے ایک ایسے ہی تازہ مریض کا علم ہے۔ اس کے علاوہ تمباکو نوشی سے منہ میں سرطان پیدا ہونا اس سے پہلے ثابت ہو چکا ہے اور اس کے متعلق بہت مکمل شہادت ملتی ہے۔ اس میں بعض زبردست محرکات موجود ہیں۔

یہ کہ سرطان کا مرض فی الحقیقت روز افزوں ترقی پر ہے۔ ایک مسلمہ بات ہے۔ سر ولیم ڈینیو اس کے اسباب کو تہذیب کی طرف منسوب کرنے میں حق پر ہیں۔ جس سے ہماری مراد عادات اور خوراک ہے۔ لیکن پورے تدبر کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اس مرض کا تعلق صرف مخصوصاً کریلے خوراک سے ہے (ر)

خیالات کا اثر صحت اور حالات پر

کسی گذشتہ اشاعت میں ایم کو نامی ایک فرانسیسی کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں جس کا یہ دعوے ہے کہ ایک مریض اگر صبح اور شام بیس دفعہ یہ ورد کرے کہ "میں اچھا ہو رہا ہوں میں اچھا ہو رہا ہوں" تو وہ صحتیاب ہو جائے گا۔

اس شخص کی ایک تحریر حال ہی میں لندن ٹائمز میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں اس نے بتایا کہ انسان کے اندر خیال اور مرضی کی جنگ رہتی ہے جس میں ہمیشہ خیال ہی کو فتح حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ سو جائے۔ لیکن جس قدر وہ سونے کی کوشش کرتا ہے اُتنا ہی زیادہ چونکتا ہے ایک شخص کا بھولا ہوا نام ہم یاد کرنا چاہتے ہیں لیکن جس قدر کوشش اپنی یاد کو واپس لانے کی کرتے ہیں اُتنا ہی زیادہ نام ہم سے دُور بھاگتا ہے۔ جتنی زیادہ کوشش ہم ہنسی کو دبانے کی کرتے ہیں اُتنی ہی

وہ زیادہ تر دل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر بات کا احساس ہماری مرضی پر نہیں بلکہ ہمارا خیال ہی عمداً یا بغیر عمد اخلاقی اور جسمانی طور پر ہمیں ایک چیز کی طرف لے جاتا ہے۔

اس کی شہادت میں ایم کو نے لکھا ہے کہ حاضرین میں سے جس شخص کو درد ہو میں اس کو کہتا ہوں کہ آنکھیں بند کرے اور خود اس حصہ پر جہاں درد ہو ہاتھ پھیرتا ہوں اور اس کو کہتا ہوں کہ جلدی جلدی کہے کہ "درد جا رہا ہے۔ درد جا رہا ہے"۔ اور پندرہ بیس منٹ کے بعد درد عام طور پر رفع ہو جاتا ہے۔ یہی طریق ہر مرتبہ جب درد ہو تو استعمال کرنے کی میں انہیں ہدایت کرتا ہوں۔

پھر لکھا ہے کہ میں تمام لوگوں کو کہتا ہوں کہ آنکھیں بند کر لیں اور انہیں مخاطب کر کے یہ تقریر کرتا ہوں کہ تمام جسمانی حالات رفتہ رفتہ بہتر ہو جائینگے۔ اُن کی بھوک خوب چمک اُٹھیگی اور ان کا ہاضمہ تیز اور نیند عمدہ ہو جائے گی۔ اگر کوئی غیر معمولی چیز اُن کی صحت کے خلاف ہوگی تو رفتہ رفتہ وہ دُور ہو جائیگی۔ میں اُنکو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ پر زیادہ بھروسہ کریں اور ان حالات میں وہ آسانی کے ساتھ سب کچھ کر سکتے ہیں جو وہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ خلاف عقل نہ ہو۔ (ر۔ س)

کلکتہ کے نزدیک ایک بوہڑ کا درخت

کلکتہ کے نزدیک کسی گاؤں میں ایک بوہڑ کا درخت پایا جاتا ہے جس کی شاخیں ۹۳۰ فٹ زمین کے اوپر پھیلی ہیں۔ اس کا اصلی سڈنک (دھڑ) ۸۰ فیٹ گولائی کا ہے۔ اس کے اصلی دھڑ یا تنا کے سوا ۲۳۰ دوسرے ٹرنک یا دھڑ ہیں جن پر اُس کی تمام شاخیں سہارا لے رہی ہیں۔ ان کے سوا چھوٹی چھوٹی اور جڑیں ہیں جنکا شمار نہیں کیا گیا اس درخت کے نیچے اتنی زمین ہے کہ وہاں ہزاروں آدمیوں کی جماعت فراہم ہو سکتی ہے۔

الکزینڈرہ سکول

مُدت سے شور سنتے تھے کہ امرتسر کے الکزینڈرہ سکول میں فلانی بات کی ضرورت ہے۔ اس واسطے فلاں تجویز عمل میں آنی چاہیئے۔ سکول کے متعلق ایک کمیٹی قائم کی گئی تاکہ انتظام میں ترقی ہو بحث وغیرہ ہوتی رہی۔ لیکن عموماً کمیٹیوں کی لمبی بحث وہاں ٹھنڈی پڑ جایا کرتی ہے جہاں بہت غور و خوض کے بعد قوانین کا نیچر تو تیار ہو جاوے اور اُس پر عمل کرنے کیلئے کوئی مرد میدان نہ بنے۔ اب خدا کا شکر ہے کہ بزرگ مسٹر داؤد سنگھ صاحب نے جو کہ الکزینڈرہ سکول کی تعلیم یافتہ ہیں۔ اپنے ہی سکول کی خدمت پر کمر باندھی ہے۔ گویا کہ انہوں نے سکول کی ماں ہونا منظور کیا۔ حال ہی میں الکزینڈرہ سکول کی کمیٹی کی ایک ممبر نے بیان کیا کہ اُنہوں نے اب جو سکول کو دیکھا تو ہر ایک نظارے نے اُن کے دل پر ثابت کر دیا کہ سکول کی کایا پلٹ گئی ہے۔ ہر ایک لڑکی خوش نظر آتی ہے۔ کھانے وغیرہ کا انتظام اول درجہ کا ہے۔ یہ سب مسز داؤد سنگھ صاحبہ کی بدولت ہے خدا اُن کی ہمت اور طاقت کو قائم رکھے اور ہمیشہ اُن کے شاملِ حال رہے ؎

ہاں خاکسار ہو کر دل سے نثار ہو کر
بختِ بلند بن جا عمر دراز ہو جا

(راقم۔ پریم چندر)

بدھ کو پنڈت مدن موہن مالوی لاہور تشریف لائے اور کلکتہ میل سے امرتسر چلے گئے۔ دو تین دن وہیں رہینگے۔

مارِ آستین

چوتھا سین

مکان منصور

(منصور سو رہا ہے۔ محمود پاس بیٹھا ہے)

غزل

محمود۔

کہوں کیا مدحتِ شانِ مسیحا
دو عالم ہیں ثنا خوانِ مسیحا۔

عذاب النار سے بخشی رہائی
نہ ہے لُطفِ فراوانِ مسیحا

ہوا ہے باعثِ جمعیتِ دل
خمِ زُلفِ پریشانِ مسیحا

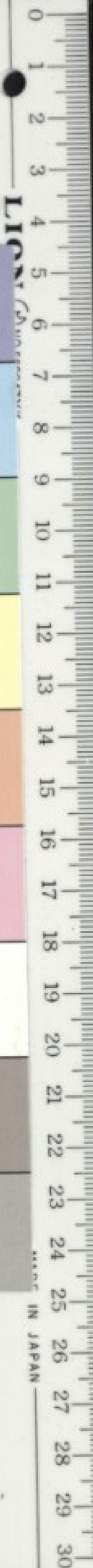
ہر اک فردِ بشر ہو یا الٰہی
نہالِ صحنِ بُستانِ مسیحا

نصیر اندیشۂ فردا نہیں کچھ
کہ میں ہوں زیرِ فرمانِ مسیحا

اے میٹھی نیند کے سونے والے بزرگ۔ محمود تیرا زرخرید غلام ہے۔ آرام کر یہ کمترین تیری خدمت کے لئے بندۂ بے دام ہے (مرد کے لباس میں سودابہ کا خنجر لئے ہوئے آنا)

سودابہ۔ اے خنجرِ آبدار کر دے بیڑا پار دریائے افلاس میں تو میرے لئے سفینہ ہے۔ تو اوجِ اقبال کا زینہ ہے۔ دنیا سراسر فریب ہے کہیں فراز ہے۔ کہیں نشیب ہے۔ یہ قتل نہیں عیشِ جاودانی کا سامان ہے۔ ایک ہی وار میں کام تمام ہو بس یہی ارمان ہے۔

محمود۔ او قاتل تو کون انسان ہے۔



سوداابہ۔ سانپ کے بچے خاموش۔ میرے منصوبوں کی گاڑی میں اگر روڑا اٹکائیگا تو پہلے تیرا نبد وبست کیا جائیگا۔ خیر چاہتا ہے تو اپنی جان سلامت لے جا۔

محمود۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جب تک میری رگوں میں خون موجزن ہے اپنے داداجان کو بچاؤنگا اگر ضرورت ہوگی اپنے چمڑے کی جوتیاں ان کو پہناؤں گا۔

سوداابہ۔ حالتِ وحشت عجیب ہے۔ وقت بہت قریب ہے۔ تیری سب حجت بیکار ہے میرے سر پر خون سوار ہے۔

محمود۔ اے آسمان اُلٹ جا۔ اے زمین پھٹ جا۔ اے ماہ و تیغ بن کر اُتر آ۔ اور بے کسوں کی امداد کر۔ اے شہاب تیر ہو کر اس ظالم کو برباد کر۔ اے خدا تو کہاں سو رہا ہے۔ دیکھ تیرے بندوں پر کیا ظلم ہو رہا ہے۔

سوداابہ۔ نادان لڑکے اس وقت تمہاری امداد یہ خنجر خونخوار کرے گا۔

(پیچھے سے ناصر آتا ہے اور سوداابہ کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے)

ناصر۔ نہیں وہ جئیگا اور تو مریگا۔

سوداابہ۔ مگر تو کون ہے میرے ارادوں کو رد کرنے والا۔

ناصر۔ تیری موت کا فرشتہ۔ بے گناہوں کے لئے باران رحمت۔

سوداابہ۔ مجھ کو نہیں جانتا کہ میں کیسا مرد ہوں

ناصر۔ یہ گیدڑ بھبکیاں اپنی دکھانا اور کو جاکر تجھے میں خوب جانتا ہوں ڈرزنا اور کو جاکر مجھے معلوم ہے سب بات تو کس شتباہ میں ہے کہ تو ہے مرد یا عورت یہ سب میری نگاہ میں ہے

سوداابہ۔ آہی خبر میرا راز افشا ہوگیا۔ بچا بچا! مجھے سوداہوگیا۔

ناصر۔ (سوداابہ کو نیچے گرا کر) نیچے نیچے شعلۂ نار جہنم تحت الثریٰ کے نیچے۔ کہاں ہے تیری تمکنت وغرور۔ کدھر ہے بادۂ نخوت کا سرور۔ تیرے ناپاک سر کو گاجر کی طرح اڑاتا ہوں۔ تجھے سفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹاتا ہوں۔ (منصور کا بیدار ہوجانا)

منصور۔ محمود محمود یہ کیسا شور ہے۔ کیا کوئی چور ہے۔ یہ کون سینہ زور ہے۔

محمود۔ آپ نہ گھبرائیں آرام فرمائیں۔ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

منصور۔ آہا میرا عزیز ناصر۔ یہ کیا معاملہ کس سے مقابلہ ہے۔

ناصر۔ ڈسے جو آستین میں رہ کے ناگن اسکو کہتے ہیں پئے جو خون انسانوں کا ڈائن اسکو کہتے ہیں

منصور۔ یعنی

ناصر۔ وہی مکارہ عیارہ سوداابہ مرد کے بھیس میں۔

منصور۔ اس وقت اس کا یہاں کیا کام تھا۔

ناصر۔ آپ کے قتل کا انتظام تھا۔ لیکن میں اس کے نامۂ اعمال کی طرح اس کے ساتھ ہوں۔

منصور۔ اس ہمدردی کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ اب کیا ارادہ ہے۔

ناصر۔ میرا دل اس کے قتل پر آمادہ ہے۔

منصور۔ نہیں یہ سزا بہت زیادہ ہے۔ انتقام لینا بندوں کا کام نہیں۔ اس کو رہا کردو۔

ناصر۔ آپ کے فرمان پر میری جان ہے قربان۔ دیکھو او انسان کے لباس میں شیطان۔ اس کو کہتے ہیں احسان۔ فوراً یہاں سے سرک جا ورنہ تاکتا ہوں تیری جان (سوداابہ گئی)

منصور

بشر یارب جو پابند وفا ہوتا تو کیا ہوتا
دلِ بیدرد گر درد آشنا ہوتا تو کیا ہوتا۔
بھلائی پر تری منصور یہ بے اعتنائی ہے
جو تو ناحق شناسوں سے بُرا ہوتا تو کیا ہوتا
نصیر آوارۂ دشت بلا ہیں عشق دنیا میں
ہمارے دل میں گر عشق خدا ہوتا تو کیا ہوتا

باقی آیندہ

نصیر از کرنال

خبریں

اکسفورڈ۔ ۲۷ اکتوبر کی خبر ہے کہ مغربی آسٹریلیا کی گورنمنٹ نے ۶۰۰۰۰۰۰ پونڈ کے صرف پر ایک تجویز منظور کی ہے کہ ۷۵۰۰۰ انگلش مرد و عورت اور بچوں کو اپنی ریاست میں آباد کرے یہ شمار ایکدم نہیں لیا جائیگا پر ہر سال ۲۵۰۰۰ ہزار مرد و عورت لئے جائینگے۔ یوں تین سال کے اندر ۷۵ ہزار مرد و عورت آسٹریلیا میں آباد ہوجائینگے

مدراس ۲۶ اکتوبر کی خبر ہے کہ تین سو باغی موپلوں کے گروہ کے لیڈروں کا ابھی مقدمہ فیصل ہوا ہے۔ جس نے فوج پر گولیاں چلائیں اور ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا۔ جج نے ان میں سے ۶ کو پھانسی دینے کا حکم سنایا اور تین کو تاعمر جلاوطنی کی سزا دی۔

۱۹۱۹ء کے سورج گرہن کی جو تصاویر لی گئی تھیں اُن کی پلیٹوں پر صرف ۱۲ دیگر ستاروں کی تصاویر اتری تھیں۔ مگر اسی سال کے سورج گرہن کی جو تصویریں وال لال واقع آسٹریلیا سے لی گئی ہیں اُن کی پلیٹوں پر سورج کی تصویر کے ساتھ

دیگر سیاروں اور ستاروں کی جو تصاویر اتری ہیں۔ اُن کا شمارہ ۸۵ کا ہے۔

دنیا میں سب سے قوی اور تنومند شخص ایک لتوئین نام سٹینسلاس اندرک سانز نامی ناماگیا ہے۔ جس نے اپنے گلے سے پتھر کے تین انچ موٹے ٹکڑے کو توڑ ڈالا اور جس نے اپنے حلق پر لوہے کا بڑا ڈنڈا رکھوا کر چار پہلوانوں سے دبوا کر زندہ رہکر دکھا دیا۔ بلاشک یہ شخص انسانی طاقت کی عجیب نمائش ہے۔

طول العمری خدا کی بڑی نعمت ہے۔ ہر ایک بچہ میں طبعاً خیال ہوتا ہے کہ وہ والدین کی عمر سے بھی زیادہ عمر پائے۔ دنیا کے بعض ممالک میں بعض کی نسبت عمر کا پیمانہ زیادہ ہے۔ ۱۸۶۰ء میں انگلینڈ میں اوسط عمر ۴۰ برس کے قریب تھی۔ مگر ۱۹۲۲ء میں اوسط عمر ۵۲ برس کے قریب ہوگئی گذشتہ مردم شماری میں ۶۰۰۰۰ آدمی ۷۰ برس کی عمر کے تھے اور ۶۰۰۰۰ آدمی ۸۵ برس کی عمر کے تھے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ لڑکے لڑکیوں اور جوانوں کی عمر زیادہ ہو سکتی ہے۔ اور بوڑھے دیر تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ حفظان صحت کے قوانین کی پابندی کرتے رہیں۔ بعض ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ہر ایک بشر ۱۵۰ برس تک جی سکتا ہے۔

سرکاری اعلان ہے کہ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۲۲ء کے "اکالی تے پردیسی" نے بھائی جھنڈا معروف کرپا سنگھ ولد گنڈا سنگھ کمہار گو کتو نڈ ضلع امرتسر کی بابت جو ایکٹ ۱۹۱۱ء کے دفعہ ۲ کے ماتحت گرفتار کیا گیا تھا یہ بیان شائع کیا ہے کہ پولیس نے اس کے گھر کی تلاشی لیتے وقت اس کی ماں سے ۵۶ روپیہ بھی قابو کر لئے تھے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ اکالی تے پردیسی کا یہ بیان بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

سرکاری اعلان ہے کہ لالہ گنپتی ناتھ بی۔ اے ایل۔ ایل بی کو بسبب اُن کی بیماری کے گورنمنٹ نے مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۲۲ء کے روز جیل سے خود ہی رہا کر دیا تھا۔

امرتسر میں فوجی سکھ پنشنروں کے جتھے میں سے ۹۴ اصحاب کو دو دو سال قید سخت و ایک ایک سو روپیہ جرمانہ بعدم ادائے جرمانہ ۶-۶ ماہ قید مزید ہوئی۔

۲۶ بسبب عمر رسیدہ ہونے ۶-۶ ماہ قید محض سو سو روپیہ جرمانہ بعدم ادائے جرمانہ تین تین ماہ قید مزید کی سزا ہوئی۔

مقدمہ فسادات ملتان میں صاحبداد اور دیگر چار اشخاص کے خلاف زیر دفعہ ۳۰۴ بجرم اقدام قتل فرد جرم لگا دی گئی۔

ماسٹر موتا سنگھ نے ایک رہا شدہ عدم تعاونی کی معرفت سکھوں کو پیغام دیا ہے کہ بالفعل ایک لاکھ اکالیوں کی فوج بھرتی کی جائے۔ بھرتی پوری ہونے پر گوردوارہ کمیٹی صوبہ پنجاب کے تمام گوردواروں پر ایکدم قبضہ کرلے۔ ماسٹر جی کو دُور کی سوجھی ہے۔

آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ دو ہزار اکالی ہر وقت اکال تخت امرتسر میں موجود رہیں۔ کیا ماسٹر صاحب نے باقاعدہ جنگ کی صلاح دی ہے۔

گورو کا باغ ایک جتھہ صرف فوجی پنشنر افسروں کا روانہ کئے جانے کی تجویز ہے۔ ایک سکھ تحریک جنرل کا جائیگا۔ واہ!

ایک جتھہ نمبرداروں کا ایک ذیلداروں کا تیار ہوگا۔ گورنمنٹ نے اسپرا کا انتظام کیا ہے اکالی ایک لاکھ تیار ہیں۔

اکالیوں کی گرفتاریوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ تعداد ۴ ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔ اس طرح اسپرا جلد ہو جائیگا۔

گورنر پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کے دورہ میں اونہیں جیدی رام کشن سنگھ اور آنند پور میں سوڈھی رام نرائن سنگھ نے اُنہیں گارڈن پارٹیاں دیں۔

کنار رخسالی ضلع میانوالی میں ڈاکو ایک ہندو لڑکی کو اٹھا کر لے گئے۔ اُس کی والدہ کے کانوں سے کان توڑ کر زیور آتار لے گئے۔

لاہور میں دریائے راوی کے قریب ڈاکوؤں کے سلسلہ میں ایک مہنت کی گرفتاری بھی ہوئی ہے جو چھوٹے نالے پر رہتا تھا۔

دہلی چاندنی چوک میں ایک بنیے کا پانچسالہ لڑکا ٹریم گاڑی کے نیچے آکر کٹ گیا۔ جو لوگ اس جگہ جمع ہوگئے تھے اُنہوں نے گاڑی چلانے والے پر حملہ کیا۔ اتنے میں پولیس موقعے پر آپہنچی اور ڈرائیور اور اُس کے ساتھی کو گرفتار کر لے گئی چنانچہ شہر میں اب یہ ایجی ٹیشن ہو رہی ہے کہ ٹریم اٹھالی جائے۔ تاکہ پیدل چلنے والے اس قسم کے حادثوں سے محفوظ ہو جائیں۔

ایک موپلہ قیدی بغاوت کے دوران میں ڈاکہ زنی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اسے مالابار لے جایا جا رہا تھا کہ وہ پولیس کی حراست سے بھاگ گیا۔ اور پاس کے جنگلوں میں جاکر ہناہگزیں ہوا۔

رسالہ ملتان چھاؤنی میں دو ہندو باپ بیٹا قتل کر دیئے گئے۔ تمام مال اسباب لٹ گیا۔ قاتل لاپتہ ہے۔ تفتیش شروع ہے۔

پریم سبھا شملہ کا جلسہ

ہماری اس سال کی آخری پریم سبھا کا جلسہ بتاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء بروز بدھ بوقت ۳ بجے سینٹ ٹامس چرچ شملہ میں فراہم ہوا۔ عبادت گرجا گھر میں ہوئی اور چند گیت گانے کے بعد ہمارے بزرگ پادری مکنزی صاحب نے ۱۱۶ زبور پر دلچسپ وعظ فرمایا اور عبادت ختم ہونے پر تمام حاضرین جلسہ کا فوٹو لیا گیا۔ حاضرین کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ اس کے بعد پیرش رُوم میں چائے وغیرہ سے حاضرین کی خاطر تواضع کی گئی۔ اور بہت دیر تک گانا بجانا ہوتا رہا۔ اس کے بعد پریم سبھا چند گھنٹوں کے لئے برخاست ہوئی اور پھر اسی شب کے ½ ۹ بجے پریم سبھا کے شرکا جمع ہوئے اور چند بھجن گانے کے بعد ہمارے بزرگ پاسٹر جناب ایس سالومن صاحب نے ایک نہایت ہی دلچسپ اور موثر وعظ فرمایا اور عبادت کے ختم ہونے پر جماعت کی طرف سے ایک عمدہ تحفہ جناب مسٹر ایس سالومن صاحب کی خدمت میں اُن کی اعلیٰ اور بہترین خدمات کے شکریہ میں بطور یادگار پیش کیا گیا۔ کیونکہ صاحب موصوف اب پنشن پاکر اپنے دولت خانہ میں تشریف لے جانے والے ہیں۔ یہ آخری پریم سبھا تھی۔ جو کہ اُن کی موجودگی میں فراہم ہوئی۔ تاکہ اُن کی نہایت ہی عمدہ خدمات کا صدق دل سے اعتراف کر کے شکریہ ادا کیا جائے۔ اس کے بعد گانا بجانا سازوں کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہم بھائی سنولال اور مسٹر ٹوڈ کے بھی شکرگزار ہیں کہ جنہوں نے اپنی دلکش اور سُریلی آواز سے اس پریم سبھا کو محظوظ کیا۔

شملہ پریم سبھا کی کارکن کمیٹی کے عہدہ داران حسب ذیل ہیں۔ مسٹر سالومن صاحب پریذیڈنٹ مسٹر بابولال وائس پریذیڈنٹ۔ مسٹر ایم سامویئل سکرٹری۔ جان نفتالی انڈر سکرٹری۔ مسٹر جان سنو خزانچی۔ اور نفتالی۔ سادھو سیج۔ راجس۔ سالمن۔ کارکن ممبران ہیں۔ ہم ان صاحبان کے ازحد شکرگذار ہیں کہ جنہوں نے اپنی بے حد کوشش وسعی سے اس پریم سبھا کو اعلےٰ درجہ کا عروج بخشا۔ دعا ہے کہ خداوند اپنی برکت بخشے۔ تاکہ یہ کام جو خداوند کے جلال کے لئے کیا جاتا ہے اور بھی پُررونق ہو جائے اور سال بسال روبہ ترقی رہے آمین۔

اس پریم سبھا کے متعلق اس سال سے ایک فنڈ بنام ریلیف فنڈ بھی قائم کیا گیا ہے۔ اس فنڈ کے قائم ہونے سے شملہ کے مسیحی بھائیوں کو بہت فایدہ پہنچیگا۔ اور اُن کو بڑی مدد ملیگی۔ اس فنڈ کے قوانین بڑے سہل اور آسان ہیں۔ داخلہ ایک روپیہ اور ۲ ماہواری چندہ مقرر کیا گیا ہے۔ جو اس فنڈ میں شریک ہیں اُن کو اس فنڈ سے بڑی مدد مل سکیگی۔ اس فنڈ کے خزانچی شملہ کے لئے نفتالی اور دہلی کے لئے مسٹر جان سنو مقرر ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا صدر مقام شملہ ہی رہیگا۔ جو صاحبان اس فنڈ کے متعلق کچھ دریافت فرمانا چاہیں تو ذیل کے پتہ سے دریافت فرما سکتے ہیں

جان نفتالی تارا ہال سکول کینتھو شملہ

راقم۔ جان نفتالی تارا ہال سکول کینتھو شملہ۔

یادِ رفتگان

نہایت افسوس کی بات ہے کہ مسز ایس جی جیرمی مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۲۲ء کے روز بھاگلپور میں وفات پاگئیں آپ ۱۳ اپریل ۱۸۵۵ء کے روز پیدا ہوئی تھیں۔ دعا ہے کہ خدا آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

نورافشاں کے لئے نئے خریدار دیکھئے۔

بپٹسٹ مشن سکول شملہ کا سالانہ جلسہ

مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو بپٹسٹ مشن سکول شملہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں طلبای سکول دجملہ مدرسین وجناب ریورنڈ ہیلر صاحب پرنسپل سکول ہذا اور نیز دیگر معزز ومحترم لیڈیز اور انگریز صاحبان حاضر تھے۔

ابتدا میں ہمارے سکول کے نئے پرنسپل جناب ریورنڈ میکنٹاش صاحب نے خداوند سے دعا کی اور ازاں بعد جناب مسٹر دھن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر مشن سکول شملہ نے سکول کی سالانہ رپورٹ پڑھکر سُنائی۔ من بعد سکول کے چند طلبہ نے اُردو اور انگریزی نظمیں سُنا کر حضارِ جلسہ کو محظوظ کیا اور پھر چند طالب علموں نے خدا کی تعریف میں بھجن گا کر سُنایا جس سے حاضرین جلسہ کمال محظوظ ہوئے۔

اس کارروائی کے بعد مس سمتھ صاحبہ نے اپنے دست مبارک سے مستحق طلبہ کو جنرل ورک۔ حاضری اور بائیبل مقدس کے متعلق انعامات تقسیم کئے اس کے بعد دعا سے جلسہ برخاست ہوا۔

راقم بندہ حشمت اللہ شملوی۔

ضرورت ۲/۲

مشن مڈل سکول سنگوئی ضلع جہلم کے لئے ایک سرٹیفکیٹیڈ ٹرینڈ تجربہ کار نورمل پاس اُستاد کی ضرورت ہے کرسچن کو ترجیح دیجاویگی۔ تنخواہ حسب لیاقت ملیگی۔ درخواستیں معہ نقول اسناد ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں۔

ہیڈ ماسٹر مشن سکول سنگوئی ضلع جہلم۔

گمشدہ عزیز

ایک لڑکا بنام اسرائیل ولد منگل داس عیسائی ساکن امرتسر نارووال کرسچن بوائز بورڈنگ سکول سے مورخہ ۱۰ اکتوبر کو بھاگ گیا اور ابھی تک عدم پتہ ہے۔ سب جگہ تلاش کی گئی لیکن کچھ پتہ نہیں ملا۔ سب صاحبان سے عرض ہے کہ اگر کچھ پتہ ملے تو اطلاع سے بندہ کو ممنون فرمائیں۔

نشان۔ قد ساڑھے چار فٹ۔ رنگ گندمی۔ ہلکا بدن۔ موٹی اور بڑی بڑی آنکھیں۔ بھویں ہمیشہ کھچی ہوئیں اور منہ ہر وقت کھلا۔

ایم۔ کے۔ سرکار

نور افشان کو قلمی امداد سے فراموش نہ کیجئے

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقعہ ہے اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر۔ جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔ المشتہر:- پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

مخزن مسیحی

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی اور پندرہ تاریخ کو زبان انگریزی اور رومن اُردو الہ آباد سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں کلیسیائی خبریں اور کرسچن اینڈیور کے مضامین اور سنڈے سکولوں کے سبق شائع ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ حسب تنخواہ خریداران ایک روپیہ سے تین روپیہ تک ہے نمونے کا پرچہ پادری سی۔ ایچ مینڈ سی بی۔ ایس سی ایڈیٹر و مینجر مخزن مسیحی نخگلہ معہ یو۔ پی سے طلب کر سکتے ہیں۔

کرسچن بک سٹور لودھیانہ

اُردو کی پہلی کتاب	۲ر	اُردو من پنجابی پرائمر	۱ر
دوسری	۳ر	تیوہار۔ اسلام میں مسیح	۱ر
صحت جسمی کم تریقہ	۱ر	ینابیع الاسلام	۳ر
مسئلہ التخلیق	۶ر	ویدوں کی اصل	۳ر
صراط المستقیم	۸ر	دو سوال	۳ر

مینجر کرسچن بک سٹور لودھیانہ

دستور العمل نور افشان

سالانہ قیمت ہندوستان کے حدود کے اندر عہ

غیر ممالک سے للعہ

قیمت ہر حالت میں پیشگی لی جائیگی

شرح اُجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
کالم کا ۱/۴ حصہ	عہ	عـہ ۱۲	عـہ ۲۲
چوتھائی کالم	عـہ ۱۲	عـہ ۱۲	للعہ ۴۰
نصف کالم	عـہ ۲۲	للعہ ۴۰	معہ ۶۰
پورا کالم	للعہ ۴۰	معہ ۶۰	۱۰۰
پورا صفحہ	۱۰۰	عہ ۱۵۰	۳۰۰

۳ ماہ سے کم عرصے کے لئے ہر ایک اندراج فی سطر ۱ر لیکن کسی اشتہار کے لئے عا سے کم نہ لیا جائیگا۔

کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودھیانہ

۱۸۷۵ء سے قائم ہے

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۷ء سے لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ حصہ بالائی کے طالب علم برائے حصول تعلیم سٹی مشن ہائی سکول میں داخل ہوتے ہیں۔

شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب علم چھ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری کا ۳/۴ ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم اور کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جز کشا ما عـ سے ما۵ تک۔ گرد کو زل عـ سے ۵ع تک مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

مژدہ

مینجر نور افشاں کی طرف سے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جو خریدار ایک نیا خریدار نور افشاں بنا کر اُس کا پتہ مینجر کے دفتر میں بھیج دیوے اور اُن کے نام پر نور افشاں کم از کم ایک سال کے لئے جاری کرا دیوے تو ایسے خریدار کو ایک ماہ مفت اخبار دیا جائیگا۔

مینجر نور افشان

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینجر نور افشان ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر چھپا۔